Al-Hikmat
Volume 20 (2000), pp. 1-12

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور انسانی آزادی میں توافق

عبدالحفیظ*

دین اسلام کے بنیادی عقائد میں توحید اور رسالت پر ایمان کے بعد اعمال کی جزا کا تصور اہم ترین ہے۔ حیات دنیا میں بھی انسانی اعمال کے نتائج اللہ کی مشیت کے تحت ہی رونما ہوتے ہیں، انسان کی حیات آخرت کا تو تمام تر انحصار اسی زندگی میں کیے گئے اعمال پر ہے۔ یہی تصور انسانی زندگی کو مقصدیت عطا کرتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام ہر زمانے میں بشارت اور انذار کے ذریعے انسان کی توجہ اس طرف مبذول کرواتے رہے ہیں کہ اسی حال کا مستقبل بننے والا ہے، اور اپنی حیات طیبہ کی صورت میں اس پاک زندگی کا اکمل نمونہ پیش کرتے رہے ہیں جو ان عقائد پر ایمان لانے سے وجود میں آسکتا تھا۔ اگر انسان اپنے اعمال سر انجام دینے، اللہ کے بھیجے ہوئے اکمل نمونے کی پیروی کرنے میں آزاد نہ ہو تو جزا کا تصور بے معنی ہو جاتا ہے۔ 'لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ' (ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کرتا مگر اللہ کے اذن سے) نہ قرآن پاک کی آیت ہے نہ اسکا حصہ، بلکہ قرآن پاک سے قطعاً متصادم کلام ہے۔ درست بات یہ ہے کہ ہر شئے کو خلق بھی خدا نے کیا ہے اور ہر شئے اسی کے امر کی تعمیل میں لگی ہوئی ہے۔ (65:12; 41:11; 7:54)[1] اسی طرح 'ایک پتا بھی نہیں گرتا مگر اللہ کے حکم سے' کسی آیت شریفہ کا ترجمہ نہیں، بلکہ اللہ کے فرمان کے بالکل خلاف بات ہے۔ اللہ کا فرمان تو یہ ہے کہ 'جو پتا بھی گرتا ہے وہ اسکا علم رکھتا ہے'۔[2] اللہ عملوں کو دیکھتا ہے، نیت کی خبر رکھتا ہے۔ اچھا یا برا عمل، بے شک وہ ایک ذرّے سے بھی کم حیثیت رکھتا ہو، اللہ کے علم سے باہر نہیں ہوتا۔[3] انبیاء کرام اور آپ کے ماننے والوں کی زندگیاں اس

*ڈاکٹر عبدالحفیظ، لیکچرر، شعبہ فلسفہ، جامعہ پنجاب، لاہور

بات پر شاہد ہیں کہ انھوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو اپنے اعمال میں آزاد اور جوابدہ سمجھا۔ قرآن پاک اللہ کا فرمان ہے اور صداقت کو معلوم کرنے کا حتمی ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو 'الحق' (The Truth) فرمایا ہے۔[4] قول کی صورت میں، کسی عقیدے کی صحت کا حتمی معیار قرآن پاک سے مطابقت ہی ہو سکتا ہے۔ قرآن پاک کی کچھ آیات محکمات ہیں اور کچھ متشابہات۔ آیات محکمات، امّ الکتاب ہیں۔ متشابہات کی وہی تشریح درست ہو گی، جو محکمات کی مطابقت میں ہو۔ جن لوگوں کے قلب میں مرض ہوتا ہے، distinction oriented لوگ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی تشریح کی طرف لپکتے ہیں، فتنہ چاہنے کے لئے۔[5] احسن الحدیث کتاب میں تضاد کا پایا جانا ممکن ہی نہیں۔[6] اگر کہیں ایسا احساس ہو تو 'اہل ذکر' سے سوال کرنے کا حکم ہے۔[7] قرآن پاک میں تحریف ممکن نہیں کہ اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔[8] اللہ کے کلام میں اپنی پسند داخل کرنا یعنی حق کو اپنی خواہش کے مطابق بنانا فسق ہے[9] اور فاسق کو ہی اللہ گمراہ کرتا ہے۔[10] انسان سے کوتاہی دانستہ بھی ہو جاتی ہے اور نادانستہ بھی۔ نیت درست ہو تو کم علمی کی بنیاد پر کوتاہی ہو جانا اللہ کے نزدیک قابل معافی ہے۔[11] قرآن پاک انسان کو اس کے اعمال میں آزاد قرار دیتے ہوئے 'وعدہ' اور 'وعید' کی صورت سے بشارت اور انذار پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود متکلمین اور فلاسفہ میں اسلام کی بالکل ابتدائی صدیوں میں یہ عقیدہ کہ انسان آزاد ہے یا مجبور، متنازعہ مسئلہ کی صورت اختیار کر گیا۔ کہیں انسانی آزادی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت (Omnipotence) میں عدم مطابقت کا دعویٰ کیا گیا، تو کہیں اسے علم مطلق (Omniscience) سے متصادم قرار دیا گیا۔ کبھی اجل مسمّٰی کے قرآنی تصور کو انسانی آزادی کے تصور سے غیر ہم آہنگ گردانا گیا۔ جابر حکام کو ظلم و جبر قائم رکھنے کیلئے اپنے دفاع میں بھی ایسے نظریات کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مسائل، فلسفیانہ/غیر اسلامی نظریات سے متاثر ہو کر اپنی تجویز قرآن پاک میں داخل کرنے، قرآنی الفاظ کو فلسفیانہ/غیر قرآنی اصطلاحات میں ترجمہ کرنے، عقائد پر غیر قرآنی یا غیر متعلق تصورات میں بحث کرنے یا ظالم و جابر حکام کو دفاع مہیا کرنے جیسے معاملات سے پیدا ہوئے۔ آیئے اللہ تعالیٰ کی قدرت مطلق اور انسانی آزادی میں توافق/عدم توافق کے مسئلے پر متکلمین کے مباحث کا جائزہ لیتے ہیں۔

یہ مسئلہ بالعموم اس طرح پیش کیا جاتا ہے :

> اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے اور لا محدود ہے تو دو اخلاقی افعال میں انتخاب کی انسانی آزادی محال ہے، اور اگر دو اخلاقی افعال میں سے انتخاب کرنے میں انسان آزاد ہے، تو ذات باری کا دائرہء قدرت اسے محیط نہیں۔ پس دونوں تصورات آپس میں ہم آہنگ نہیں۔

اس سلسلہ میں درج ذیل تین حل پیش کئے گئے :

عام معتزلہ کا نظریہ تھا کہ اللہ نے انسان کو بعض معاملات میں اختیار اور آزادی دی ہے۔ اللہ کبھی ان معاملات میں اپنی قدرت استعمال نہیں کرتا۔ ان کا نظریہ تھا کہ ان معاملات میں اللہ کی قدرت کا اثبات ان ناممکنات میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں حکمت سے خود ٹھہرایا ہے۔ لیکن پھر اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط کیسے ہے ؟

ضرار اور نجار نے اس مسئلے کا حل برتن ساز اور خریدار کی تمثیل کے ذریعے پیش کرنے کی کوشش کی۔ یہ دونوں معتزلی تھے۔ ان کا نظریہ تھا کہ اللہ افعال کا 'خالق' اور انسان ان کا 'کاسب' ہے۔ ضرار کا نظریہ تھا کہ 'اکتساب' ایک صلاحیت ہے جو اللہ پیدائش کے ساتھ ہی انسان کو ودیعت کرتا ہے۔ اخلاقی آزادی کے معاملات میں جیسے ہی انسان اسے استعمال میں لاتا ہے، اللہ اس سے متعلق فعل کو تخلیق کر دیتا ہے۔ نجار کا نظریہ تھا کہ 'اکتساب' کی صلاحیت پیدائشی طور پر ودیعت نہیں کی جاتی بلکہ جب اخلاقی انتخاب کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے، اللہ انسان میں یہ قوت اور اس سے مطابقت رکھتا ہوا فعل تخلیق کر دیتا ہے۔ ضرار کا نظریہ تھا کہ افعال متولدہ (generated effects) کا اکتساب بھی انسان کے ذمے ہے۔ جبکہ نجار کا خیال تھا کہ افعال متولدہ کا اکتساب انسان نہیں کرتا۔ 12

ضرار اور نجار کے نظریات کو معتزلہ کے حلقے میں تو قبولیت حاصل نہ ہو سکی تاہم اشاعرہ فرقے کے بانی ابو الحسن الاشعری نے نجار کے نظریے میں جبر اور قدر کے مابین ایک درمیانی راستہ اختیار کر سکنے کا امکان محسوس کیا۔ وہ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اس نے اپنے نظریے کی بنیاد نجار کے

خیالات پر رکھی۔13

شہام بھی معتزلی ہے۔اس نے انسان کے اخلاقی فعل کے بیان کے لئے قدریہ کی ابتدائی اصطلاح 'اکتساب' کو بر قرار رکھا۔اس کا نظریہ ہے کہ اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔نہ صرف وہ انسان کو افعال کے اکتساب کی قوت عطا کرتا ہے بلکہ اس قوت کو سلب کر سکنے پر بھی قادر ہے۔14اگر اللہ کسی سے یہ قوت سلب کر لے تو انسانی افعال جبر کے تحت ہوں گے ورنہ آزاد ہوں گے۔انسان صرف آزاد افعال کا ہی اکتساب کرتا ہے۔معتزلہ فرقے کی صرف ایک جماعت میں اس نظریے کو قبولیت حاصل ہوئی۔شہام کا نظریہ اس کے شاگرد الجبائی نے اختیار کیا۔15خدا کو انسانی افعال کا 'خالق' اور انسان کو صرف 'کاسب' قرار دینا معتزلہ کے مزاج سے ہم آہنگ نہ تھا۔وہ اخلاقی معاملات میں مکمل انسانی آزادی کے قائل اور انسان کو اپنے آزاد افعال کا خالق قرار دینے کی طرف مائل تھے۔الجبائی نے آزاد انسانی فعل کیلئے 'اکتساب' کی اصطلاح کو رد کر کے 'تخلیق' کی اصطلاح کو اختیار کیا اور کہا کہ انسان اپنے آزاد افعال کا خالق ہوتا ہے۔16اس نظریے نے معتزلہ کے آفیشل نظریے کی حیثیت اختیار کر لی۔

اشعری نے نجار کے زیر اثر اس بات کا اثبات کیا کہ 'اکتساب' ایک قوت ہے، اور اللہ اس قوت کو انسان میں تخلیق کرتا ہے۔تاہم اس نے کہا کہ اللہ انسان کو اس قوت کے اسکی مشیّت کے مطابق استعمال پر مجبور کرنے پر بھی قادر ہے۔اگر اللہ انسان کو کسی فعل کے اکتساب پر مجبور کرنے پر بھی قادر ہے تو پھر اس قوت اکتساب کے انسان میں تخلیق کئے جانے کا کیا مطلب ہے؟ جب 'اکتساب' اپنے معروض پر موثر ہی نہ ہو تو یہ 'قوت' کیسے ہو گی اور انسان سے اس کا انتساب کیا معنی رکھتا ہے؟ باقیلانی، جوینی اور امام غزالی نے اس مسئلے کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی۔

باقیلانی تسلیم کرتا ہے کہ اعمال کا خالق اللہ ہے اور انسان اعمال کا اکتساب کرتا ہے۔یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ 'اکتساب' ایک 'قوت' ہے جو خدا انسان میں تخلیق کرتا ہے۔وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ 'قوت' اپنے معروض پر مؤثر ہوتی ہے۔وہ 'عمل' (act in itself) اور اسکے 'احوال' (mode of operation) میں تمیز کرتا ہے اور کہتا ہے کہ عمل کا خالق تو اللہ ہے لیکن اسکے موڈ یا حال کا تعین انسان اللہ کی تخلیق کی ہوئی قوت سے کرتا ہے۔اللہ، عمل کے موڈ کو براہ راست

تخلیق نہیں کرتا۔ اسی انسانی آزادی کو 'اکتساب' کہا جائے گا۔ جوینی سمجھتا ہے کہ یہ نظریہ ایک خاص پہلو سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتا ہے۔ وہ اسے اسلام کے بنیادی مذہبی عقائد سے متصادم قرار دیتا ہے۔ جوینی، باقیلانی کے 'عمل کے موڈ پر قوت اکتساب کے موثر ہونے' کے تصور کو بھی ہدف تنقید بناتا ہے۔ 'حال' (mode) کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ یہ 'موجود ہے اور نہ غیر موجود'۔ باقیلانی عمل کے موڈ پر قوت اکتساب کے موثر ہونے کا جو پیرایہ اختیار کرتا ہے وہ اسے بالکل ناقابل فہم بنا دیتا ہے۔ جوینی سمجھتا ہے کہ یہ اکتساب کے قوت ہونے سے انکار ہی کی ایک صورت ہے۔ وہ اشعری پر بھی تنقید کرتا ہے کہ وہ اکتساب کے اپنے معروض پر مؤثر ہونے سے انکار کرتا ہے۔ جبریہ پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ 'اکتساب' کی قوت سے ہی انکار کرتے ہیں جو کہ عقل اور تجربے، دونوں کے خلاف ہے۔ جوینی، اشعری کے نظریہ ء اکتساب کی تعبیر نو کر کے اپنا نظریہ پیش کرتا ہے۔ وہ اللہ کو انسانی اعمال کا خالق قرار دیتا ہے اور ان کا اکتساب انسان سے منسوب کرتا ہے۔ لیکن وہ 'اکتساب' کو 'قوت' کی بجائے 'ارادہ' کے مفہوم میں لیکر مسئلے کا حل پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ارادے کا اپنے معروض پر اثرپذیر ہونا ارادے کے تصور میں مضمر نہیں ہوتا جس طرح علم اپنے معروض کو وجود میں لانے کا سبب نہیں کہا جا سکتا۔[17]

امام غزالی کا نظریہ ہے کہ انسان کو آزادیء ارادہ حاصل ہے۔ امام غزالی یہ بھی مانتے ہیں کہ خدا ہی ہر شے کا خالق ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہر دو عقائد میں تناقص نہیں۔ اللہ جب انسان میں ارادے کی تخلیق کرتا ہے تو اس کے ساتھ اس فعل کو وجود میں لانے کی قوّت بھی تخلیق کرتا ہے۔ اشیاء میں ایک دوسرے سے مطابقت اختیار کرنے کی فطرت بھی اسی نے رکھی ہے۔ اعمال کو وجود میں لانے والا (ایجنٹ) بھی وہی ہے۔ انسان میں تخلیق کی گئی قوت اکتساب (Power of Acquisition) کا معروض ہونا ضروری نہیں۔ تخلیق کائنات سے پہلے بھی خدا میں تخلیق کی قوّت تھی لیکن اس کا معروض کوئی نہیں تھا۔ اسی طرح قوت اکتساب بھی معروض (Object of Influence) کے بغیر ہو سکتی ہے۔ امام غزالی کا خیال ہے کہ 'اکتساب' جبر و اختیار کے امتزاج کا ایک معتدل نظریہ ہے۔[18]

'کسب' اور 'خلق' قرآنی تصورات ہیں اور معتزلہ اور اشاعرہ دونوں مفکرین نے قدرت مطلق اور انسانی آزادی میں ہم آہنگی کے مسئلے پر اپنے نظریات ان تصورات میں پیش کیے۔ 'نظریات

اکتساب' پر ہونے والے مباحث کی صحت کا تعین کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ قرآن پاک میں یہ الفاظ کن معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

'کسب' اور 'اکتساب' کے الفاظ 'ک-س-ب' کے مادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس مادے کے مشتقات (derivatives) قرآن پاک میں کئی مقامات پر آئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :

'کسب' (02:81; 52:21)، کسبا (05:38)، کسبت (02:134,41; 14:51)، کسبتم (02:64,134,141)، کسبو (10:27; 39:48)، تکسبو (06:164)، تکسبونا (07:39)، یکسب (04:111)، یکسبوہ (04:111)، یکسبون (02:79)، اکتسبا (24:11)۔

قرآن پاک میں یہ الفاظ صرف اور صرف انسان کے اخلاقی عمل، اسکی سرانجام دہی، یا اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی رضاء الٰہی یا ناراضگی، یا خیر و شر کے معنی میں ہی استعمال ہوئے ہیں۔ کہیں بھی ان میں سے کوئی لفظ اللہ تعالیٰ کی تخلیقی فعلیت/فعالیت کو بیان کرنے کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ یہ الفاظ ذات باری کی صفت تخلیق کے متقابل کسی ایسی انسانی صفت کو بیان کرنے کے لئے بھی استعمال نہیں ہوئے جو اس کے متصادم ہو یا معاون (complementary)۔

اسی طرح 'خ-ل-ق' مادے کے الفاظ قرآن پاک میں ذات باری کے بے جان اشیاء کی تخلیق کیلئے بھی استعمال ہوئے ہیں (16:20; 25:03; 52:35) اور موت و حیات کی تخلیق کے تناظر میں بھی (52:35)۔ یہ الفاظ عدم سے تخلیق (creation not out of something) کیلئے بھی استعمال ہوئے ہیں (52:35) اور موجود سے تخلیق (creation out of something) کیلئے بھی (15:26; 23:14;17:61)۔ موجود سے تخلیق کے معنی میں تو خالق کا لفظ انسان کیلئے بھی آیا ہے۔ ایک ملحد بھی تخلیق کار ہو سکتا ہے۔ ذات باری کی خلاقیت، اخلاقی تصورات سے ماوراء ہے۔ وہ ہر حال میں احسن الخالقین ہے۔ (23:14) انسان کا موجود مادے سے کچھ تخلیق کرنا 'عمل' ہے۔ توفیق کے استعمال میں نیت اور رخ کے حوالے سے وہ جوابدہ ہے۔ انسان جس مادے کو کام میں لا کر تخلیق کرتا ہے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا خلق کیا ہوا ہے اور جس توفیق کو استعمال میں لاتا ہے وہ بھی اسی کی عطا ہے، لیکن تخلیق کا 'عمل' اور 'حاصل' اللہ تعالیٰ سے منسوب کرنا خلاف حق اور خلاف عقل ہے۔

اشاعرہ فرقے کے بانی ابوالحسن الاشعری نے اپنے اس دعوے کہ 'انسان کے عمل/اکتساب کی تخلیق خدا کا کام ہے' کی دلیل کے طور پر قرآن پاک کی آیت واللہ خلقکم وما تعملون (37:96) پیش کی اور دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انسانوں کے ساتھ ساتھ ان کے اعمال کو بھی اپنی تخلیق قرار دیا ہے۔ ابوالحسن الاشعری اس آیت کی تشریح اس طرح کرتے ہیں : Allah has created you and what you make/do (اللہ ہی نے خلق کیا ہے تم کو اور جو تم بناتے ہو/ جو عمل تم کرتے ہو۔)۔ مکارتھی اس ترجمہ کو درست سمجھتا ہے۔[19] پکتھال، محمد اسد، مولانا ابو الاعلیٰ مودودی بھی اس کے ہمنوا ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی بھی اگرچہ ترجمہ کے الفاظ کی حد تک ان سے مختلف نہیں تاہم اس ترجمہ کے مضمرات کا پورا شعور رکھتے ہیں اور انہوں نے وضاحت کر دی ہے کہ 'وما تعملون' کی تفسیر میں وہ ابوالحسن الاشعری کے مکتب خیال سے اتفاق نہیں کرتے۔[20] تفسیر فاضلی (مطبوعہ مکتبہ جدید پریس) میں اس کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے : اور اللہ ہی نے تم کو اور جن چیزوں کو تم کام میں لاتے ہو خلق کیا ہے۔[21] بلاشبہ یہ ترجمہ الفاظ اور معنویت، دونوں اعتبار سے فرمان خداوندی کے منشا سے قریب ترین ہے۔ آیئے الاشعری کے دعوے کا جائزہ لیتے ہیں۔

واللہ خلقکم وما تعملون قرآن پاک کی واحد آیت ہے جس میں 'خلقکم' کے ساتھ 'تعملون' کا انتساب بھی ذات باری سے کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرکین کے بتوں کو توڑ دیتے ہیں۔ جب مشرکین کو علم ہوتا ہے تو وہ گھبرائے ہوئے آپ کی طرف آتے ہیں۔ آپ انہیں فرماتے ہیں : کیا تم اپنے ہاتھوں تراشے ہوؤں کی عبادت کرتے ہو۔(95) اور اللہ ہی نے تم کو اور جن چیزوں کو تم کام میں لاتے ہو خلق کیا ہے۔ (37:96)[22] مذکورہ آیت کی جو تشریح ابوالحسن الاشعری نے اختیار کی، درست نہیں کہی جا سکتی۔ قرآن پاک کہیں اسے سپورٹ نہیں کرتا۔ قرآن پاک میں خ-ل-ق مادے کا کوئی لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی انسانی عمل کی تخلیق کا انتساب نہیں کرتا، نہ ہی انسان کے اپنے اخلاقی عمل کو وجود میں لانے کیلئے اس کے مشتقات میں سے کوئی استعمال ہوا ہے۔ قرآن پاک میں لفظ 'خلق' اور 'عمل' کہیں مترادف نہیں آئے۔

قرآن پاک میں تین دیگر الفاظ 'جعلَ' ، 'فعلَ' اور 'صنعًا' ذات باری اور انسان دونوں کیلئے یکساں استعمال ہوئے ہیں، لیکن جہاں کہیں یہ انسان کیلئے استعمال ہوئے ہیں، 'عمل' (اخلاقی فعل) سرانجام دینے کے معنی میں، اس مفہوم سے بالکل معرا استعمال ہوئے ہیں جس میں یہ اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال ہوئے ہیں۔(20:39, 41; 39:6; 40:64)

معتزلہ ابتدا انسانی اعمال کو اکتساب قرار دینے کے بعد مکمل اخلاقی آزادی و اختیار ثابت کرنے کیلئے انسان کو اپنے اعمال کا خالق قرار دینا ضروری سمجھتے ہیں، اور اس طرح کسب اور تخلیق کو مترادف بنادیتے ہیں جو کہ درست نہیں۔ اشاعرہ انسانی اعمال کو اکتساب قرار دیتے ہیں لیکن اکتساب کے قوت ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ انسان میں تخلیق کرتا ہے اور انسان کو اس کے استعمال پر مجبور بھی کرسکتا ہے۔ لہٰذا تخلیق اور اکتساب کو اخلاقی فعل کے دو معاون (complementary) پہلو بناتے ہوئے اللہ کو اعمال کا خالق اور انسان کو کاسب ٹھہراتے ہیں، جو کہ درست نہیں۔ اشاعرہ اللہ کی مشیّت اور اسکی رضا کے تصورات کے خلط مبحث کا بھی ارتکاب کرتے ہیں۔ زندگی، توفیق اور آزادیٔ ارادہ محض اللہ کا فضل (Grace) ہیں، انسان ان میں سے کسی کا اکتساب نہیں کرتا۔ توفیق استعمال ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اللہ کی رضا کے مطابق توفیق کے استعمال کا رخ اختیار کرنا اس کا صحیح استعمال ہے اور اللہ کی رضا کا علم معلوم، معروف - declared, determined, defined, and well-defined ہے۔ توفیق کے استعمال میں صحیح رخ کا انتخاب کر کے انسان اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ یہی اکتساب ہے۔ نتائج پر اللہ کی قدرت کا نام مشیّت ہے۔[23] نتائج باذن اللہ ہوتے ہیں۔ نتائج مطلق طور پر اللہ کی مشیّت کے تابع ہوتے ہیں اور مشیّت معلوم ہوتی ہے نہ معروف اور متعین۔ اللہ کی مشیت اسکا حکم نہیں ہوتی۔ اللہ کی قدرت انسانی آزادی کو محدود تو کرسکتی ہے اور معطل بھی، لیکن توفیق کی حد تک ہی حق عاید ہوتا ہے۔ سورہ الانسان (76) کی آیت نمبر 30 میں فرمایا گیا ہے وما تشاؤن الا ا ن یشاء اللہ ط ان اللہ کان علیما حکیما۔ "اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ بیشک اللہ علیم و حکیم ہے۔"[24] اسی طرح سورہ التکویر (81) آیت نمبر 29 میں فرمایا گیا ہے: "اور تم نہیں چاہو گے مگر وہ جو اللہ رب العالمین چاہے۔"[25] چاہنے کا تعلق نتائج سے ہوتا ہے۔ نتائج وہ نہیں ہونگے جو بندہ چاہے

گا، نتائج وہ ہونگے جو اللہ چاہے گا۔ یہ دونوں آیات ایسے مقام پر ہیں جہاں ہدایت اور گمراہی کی بات ہو رہی ہے۔سورہ الانسان میں محولہ بالا آیت سے پہلے فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن پاک تو تذکرہ ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔سورہ التکویر میں مذکورہ آیت سے پہلے فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن پاک تو عالمین کے لئے نصیحت ہے ، اس کے لئے جو صراط مستقیم کو اختیار کرنا چاہے۔[26] بعض لوگ ان آیات میں بھی جبر کا پہلو نکالتے ہیں جو بالکل بے جا ہے۔ان آیات میں تو بتایا گیا ہے کہ قرآن پاک انسان کو ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کی نصیحت اور یاد دہانی پر مشتمل ہے اور انسان ہدایت کا راستہ اختیار کرنے میں آزاد ہے۔ مگر یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ محض انسان کے چاہنے سے اسے ہدایت عطا نہیں ہو جاتی۔ ہدایت یافتہ ہونے کیلئے ضروری ہے کہ انسان طلب ہدایت رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کرے۔[27] گمراہ وہ ہوتا ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اور فاسق ہو جائے۔ ہدایت وضلالت نتائج ہیں اور اللہ کی مشیت کے تابع ہیں، لیکن راستہ انسان اختیار کرتا ہے جو چاہے۔ اللہ تعالیٰ کا کام بڑے علم سے ہوتا ہے، بڑی حکمت سے ہوتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ قرآن پاک میں ح۔ ر۔ ک مادہ کا صرف ایک لفظ تحرک استعمال ہوا ہے اور وہ بھی صرف ایک مرتبہ اس مقام پر جہاں فرمایا گیا ہے کہ "اس کو سنبھال لینے کیلئے اپنی زبان سے تعجیل نہ کیجئے۔"(75:16)اس موضوع پر قرآنی حوالہ جات درج ذیل ہیں :

آسمان اور زمین اللہ کے امر سے قائم ہیں۔(30:25)

.... اللہ نے دو دن میں زمین خلق فرمائی .... اور اس میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں ان کی خوراکیں ٹھہرائیں، یہ سب چار دن ہوئے۔ .... پھر آسمان کی طرف استویٰ فرمایا اور وہ دخان تھا، تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں طوعاً یا کرہاً ہمارے احکام کی تعمیل کرتے رہو۔ دونوں نے عرض کیا ہم رضا و رغبت سے حاضر ہیں۔ پھر انہیں دو دن میں پورے سات آسمان کر دیا، اور ہر آسمان میں اس کے امر کی وحی فرمائی۔ (41:9-12)

حضرت فضل شاہ اور ڈاکٹر محمد اشرف فاضلی، تفسیرِ فاضلی، منزل ششم، بارِ اول 1997، ص 192-190
"اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین سے انہی کی مثل۔ امر ان کے مابین نازل ہوتا ہے تاکہ تمہیں علم ہو جائے کہ اللہ ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے اور اللہ کا علم ہر شئے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (65:12) ایضاً، منزل ہفتم (1998)، ص 222۔

2- وما تسقط من ورقة الا يعلمها.....۔ اور جو پتا گرتا ہے وہ اس کا علم رکھتا ہے۔ (6:59)

3- القرآن (31:16)

4- القرآن 2:26, 144, 147; 13:1,19;

5- القرآن 3:7

6- القرآن 39:23

7- القرآن 16:43

8- القرآن 15:9

9- القرآن 2:59; 7:163; 7:165

10- القرآن 2:26; 5:108; 9:24,80

11- القرآن

12. Harry Austryn Wolfson, The Philosophy of the Kalam, Harward University Press, 1976, p. 736; A. K. Kazi & J. G. Flyn (tr.), Muslim Sects and Divisions (The Selection on Muslim Sects in *Kitab al-Milal wa'l Nihal*) by Muhammad b. 'Abd al Karim Shahrastaani, London: Kegan Paul International, 1994, p.75-6.

13. Erich W. Benthmann, Bridge to Islam, London, George Allen & Unwin, 1953, p.67.

14. Wolfson, Ibid., p. 736.

15. Ibid., p. 737.

16. Cf. Ibid., p.737.

17. Cf. Ibid., p. 693-95.

18. Ibid., p. 702.

19. S.J. McCarthy, The Theology of Al-Ash'ari, (Eng. trans. of the *Kitab Al-Lu-*

ma' and *Risalat Istihsan al-akhawd fi 'ilm al-Kalam,* of Abu'l-Hasan Ali b. Isma'il Al-Ash'ari), Beyrouth: Imprimerie Catholique, 1953. Reference here is to discussion of *Qadar* at Chapter 5, p. 53.

20. *He said: Worship ye that which ye yourselves do carve.(95) When Allah hath created you and what ye make?* Mamaduke Pickthall (tr.), The Meaning of the Glorious Qur'an, vol.II, Islamic Literature Publishing House, Basavangudi, Bangalore 4, 1952, p.840.

He answered: "Do you worship something that you yourself have carved,(96) the while it isGod who has created you and all your handiwork?" Muhammad Asad (tr. & explanation), The Message of The Qur'an, Dar Al-Andlaus, Gibraltar, 1980, p. 687.

(واپس) آکر وہ لوگ بھاگے بھاگے اس کے پاس آئے۔ اس نے کہا ـ 'کیا تم اپنی ہی تراشی ہوئی چیزوں کو پوجتے ہو؟ حالانکہ اللہ ہی نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنھیں تم بناتے ہو۔' مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، جلد چہارم، طبع ششم 1974، ص293۔

"اللہ ہی نے پیدا کیا ہے تم کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جن کو تم بناتے ہو۔' (37:96) مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، جلد ششم، دسمبر 1999، ص474

انھوں نے فرمایا کہ شامت زدو.... تم جن کو اپنے ہاتھوں تراشتے ہو انہی کی پوجا کرتے ہو۔....یاد رکھو کہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور ان لکڑیوں اور پتھروں کو بھی پیدا کیا ہے جن سے تم اپنے معبودوں کو تراشتے ہو۔.... بعض متکلمین نے 'وما تعملون' سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کے افعال و اعمال کا بھی خالق ہے۔ اس آیت سے یہ استدلال ہمارے نزدیک بالکل بے محل ہے۔ ہم نے اسکی صحیح تاویل واضح کردی ہے۔' ایضاً، ص482-83۔

21۔ حضرت فضل شاہ/ڈاکٹر محمد اشرف فاضلی، تفسیر فاضلی، منزل ششم، ص36۔

22۔ ایضاً

23۔ ولو شاء ربک لا من من فی الارض کلھم جمیعاء ط "اور اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں تمام لوگ ایمان لے آتے۔" (10:99) ایضاً، منزل دوم (1993)، ص59۔

24۔ ایضاً، منزل ہفتم، 1998، ص336

25۔ ایضاً، ص384

مولانا امین احسن اصلاحی ان آیات شریفہ کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں :

یہ ایک یاد دہانی ہے تو جو چاہے اپنے رب کی راہ لے۔ اور تم نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے ۔ بے شک اللہ علیم و حکیم ہے۔ (76:29-30) تدبر قرآن، جلد نہم، دسمبر (1999)، ص102۔

یہ سب اس سنت الٰہی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے توفیق ایمان کے باب میں مقرر کر رکھی ہے۔....کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام اس کے علم و حکمت پر مبنی ہے۔ وہ ہدایت کی توفیق انہی کو بخشتا ہے جو اپنے سمع و بصر سے کام لیتے اور خیر و شر، حق و باطل کے درمیان امتیاز کی اس صلاحیت کی قدر کرتے ہیں جو اس نے ان کے اندر ودیعت فرمائی ہے۔" ایضاً، ص120۔

تم نہیں چاہو گے مگر یہ کہ اللہ ،عالم کا خداوند چاہے ۔(81:29)

مولانا امین احسن اصلاحی سورۃ التکویر کی اس آیت شریفہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کا حوالہ دیا ہے جو اس نے ہدایت و ضلالت کے بارے میں ٹھہرا رکھی ہے کہ وہ ہدایت کی توفیق انہی کو بخشتا ہے جو اس کے طالب بنتے ہیں اور اس کے لیے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہیں۔ (ایضاً، ص232)۔ سورہ مدثر کی آیات نمبر54, 55, 56 میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔

سورہ الانسان اور التکویر کی محولہ بالا آیات کے ضمن میں مولانا مودودی فرماتے ہیں : ان آیات میں تین باتیں ارشاد ہوئیں ہیں : یہ کہ انسان کو انتخاب کی آزادی حاصل ہے۔ نتائج کا انحصار اللہ کی مشیت پر ہے۔ انسان عملاً بھی وہی کچھ کر سکے جو وہ کرنا چاہتا ہے، اللہ کے اذن اور اسکی توفیق پر منحصر ہے۔ اللہ کی مشیت الل ٹپ (arbi-trary) نہیں۔ وہ علیم ہے اور حکیم ہے۔ جو کچھ کرتا ہے علم اور دانائی سے کرتا ہے۔ (تفہیم القرآن، جلد ششم ادارہء ترجمان القرآن، لاہور، 1973، ضمیمہ نمبر1، ص576-77۔)

26۔ سورہ مزمل میں بھی یہی بات فرمائی گئی ہے۔ یہ تو تذکرہ ہے تو جو چاہے اپنے رب کی راہ لے۔(73:19)

27۔ القرآن(31:15)